الیس اللہ باحکم الحاکمین

سورۃ التین کی شرح و تفسیر

از

مولانا عبداللہ العمادی

(۱)

توراۃ کی سِفر تثنیہ (کتاب استثنا) میں ہے۔

پروردگار "سینا" سے آیا، اور "سعیر" سے ان پر تاباں ہوا،

اور "جبل فاران" سے روشن ہوا، اور "قدس" کے ٹیلوں سے آگیا" (۲ : ۳۳)

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے جس میں چار مقامات سے نور الٰہی کی تنویر و تابانی کے اشارے ہیں

"سینا" سے جو طور سینا کا دوسرا نام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نور نبوت کا افاضہ ہوا اور

بنی اسرائیل کو غلامی سے آزادی دلانے کی تمہید بندھی"

کوہ "سعیر" سے جو بنی آدم کا پہلا مسکن تھا، احبار یہود اسے "ادوم" بھی کہتے ہیں کہ آدم کی نسبت

نمایاں رہے، عرب اس کو "جودی" یا اس سے متعلق قرار دیتے ہیں جو سفینہ نوحؑ کی قرارگاہ اور نسل آدم کی تجدید کی جائے

"فاران" کے جبال مکہ ہونے میں کیا کلام ہے جو دنیا کے لئے آخری شرع الٰہی کا محل نزول ہے

"قدس" بیت المقدس یا ہیکل سلیمانؑ یا فلسطین کا پورا علاقہ ہے جہاں رفع مسیحؑ سے چند ساعت پہلے

دنیا کو "فارقلیط" کی بعثت اور دین کا نظام مکمل کئے جانے کی بشارت ہوئی تھی۔

والتین، والزیتون، وطور سینین، وھٰذا البلد الامین، میں بھی اسی

تنویر کے جلوے ہیں۔

توارت نے جس پہاڑی کو "سعیر" اور مفسرین تورات نے جس کو "ادوم" قرار دیا ہے اُسکا قدیم نام "جبل التین" تھا، عکرمہؓ "تین" و "زیتون" دونوں کو دو پہاڑ کہتے ہیں اور عبداللہ بن العباسؓ "تین" کا محل وقوع کوہ جودی کا ایک قلہ قرار دیتے ہیں جہاں حضرت نوح علیہ السلام عبادت کرتے تھے اور اسی لحاظ سے اس کو "مسجد نوح" بھی کہتے تھے۔ انسانی تاریخ کا یہ عظیم واقعہ یہیں پیش آیا تھا جس کی جانب کلام اللہ میں اشارہ ہے۔

قِیلَ یا نوح اهبط بسلام منّا و برکاتٍ علیك وعلیٰ اممٍ ممّن معك وامم سنمتعهم ثم یمسّهم منّا عذابٌ الیمٌ۔

"زیتون" وہی پہاڑ ہے جس پر مسیح علیہ السلام نے اپنے رفع سے پیشتر "فارقلیط" (بنی آخر الزماں) کی بشارت دی ہے۔ (لوقا-۲۲: ۳۹-۵۲)

"طور سینین" پر قوم موسیٰؑ کو نعمت حریت عطا ہونے کا مژدہ ملا جس کا نتیجہ یہ تھا۔

وتمّت کلمة ربّك الحسنیٰ علیٰ بنی اسرائیل بما صبروا، ودمّرنا ما کان یصنع فرعون وقومه وما کانوا یعرشون۔

"بلد امین" وہی تورات کا "فاران" ہے جہاں تاریخ کا وہ سب سے بڑا واقعہ پیش آیا کہ خود کلام اللہ نے اس کی تشریح فرمائی۔

واذ قال ابراهیم ربّ اجعل هٰذا بلدًا امنًا وارزق اهله من الثمرات ربنا وابعث فیهم رسولًا منهم

یہ چار مقامات ہیں جہاں نظام عالم میں عظیم ترین تبدل و تغیر کے بڑے سے بڑے واقعات پیش آئے۔ انہی کو دین بھی کہہ سکتے ہیں یعنی جزا یا محل جزا۔ یہ مقامات جو دینی تغیر کے

اتنے بڑے مشاہدہ ہو چکے ہیں۔ انہیں کو شہادت میں پیش کیا ہے کہ ایسے ایسے مشاہدات عظمیٰ کے بعد اب کسی کی کیا مجال کہ تکذیب دین کر سکے اور کرے بھی تو کیا اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین نہیں ؟

ایک بڑی جماعت ایسی بھی ہے جو سورۃ التین میں "تین و زیتون" کی تاویل انجیر و زیتون سے کرتی ہے۔ اس فریق کا استدلال یہ ہے :۔

الف۔ انجیر کی خصوصیت اس لئے قابل تذکرہ ہے کہ یہ غذا بھی ہے۔ میوہ بھی۔ اور دوا بھی

ب۔ انجیر بہترین میوہ ہے۔

ج۔ انجیر زود ہضم ہے ملین طبیعت ہے۔ اس سے بلغم کم ہوتا ہے۔ گردہ کے لئے مفید ہے ریگ مثانہ کی دوا ہے۔ بدن فربہ ہوتا ہے جگر و طحال کے مسامات کھل جاتے ہیں۔ بواسیر و نقرس کو گندہ دہنی کو نافع ہے انجیر کھانے والے پر فالج نہیں اثر کرتا۔ بدن کے فضلات خارج ہوتے ہیں بال بڑھتے ہیں

د۔ انجیر کا ظاہر و باطن دونوں یکساں ہے، نہ اخروٹ کی طرح اوپر چھلکا اور اندر مغز ہے اور نہ چھوارے کی طرح اوپر مغز اور اندر گٹھلی ہے؛

ھ)۔ درخت تین طرح کے ہوا کرتے ہیں۔ ایک وہ جو وعدہ کرے اور وفا نہ کرے۔ مثلاً آم کے وہ درخت جن میں پھول آتے ہیں۔ اور پھل نہیں آتے۔ دوسرے وہ جو وعدہ بھی کرے اور وفا بھی۔ مثلاً سیب کا درخت کہ پھولتا بھی ہے اور پھلتا بھی۔ ایک وہ درخت جو وعدے (پھول) سے پہلے ہی وفا (پھل) کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ درخت انجیر ہے۔ اور اس کی یہ خصوصیت بینظیر ہے۔

و) انجیر کے پھل سال میں کئی مرتبہ آتے ہیں۔

ز) خواب میں انجیر کا دیکھنا برکت کا سبب ہے۔

ح) حضرت آدم (علیہ السلام) نے جب خدا کی نافرمانی کی اور حلۂ بہشتی اتر گیا۔ تو انجیر کے پتوں سے ستر پوشی کی تھی۔

ط) حضرت آدم جب بہشت سے باہر نکلے ہیں۔ تو انجیر کے چند پتے ساتھ تھے۔ سامنے ہرن نظر آئے آپ نے وہ پتے کھلا دیے اسی کا اثر تھا کہ ہرن میں مشک پیدا ہونے لگا۔"

اتنے فواید و برکات جس چیز میں ہوں اس کو ترجیح کیوں نہ دی جاتی؟

زیتون کا کیا کہنا قرآن خود اس کو مبارک کہہ چکا ہے (شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ) اس کی قسم کھانے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہو سکتا[1]۔ ظاہرا حاجت تقریرِ بیان این ہمہ نیست۔

ان توجیہوں کی ظاہری شکل و شباہت ممکن ہے خوشنما ہو لیکن انجیر کو سب سے بہتر میوہ کہنے کا کوئی علمی ثبوت موجود نہیں۔ متعدد میوے ایسے ہیں جن میں غذائیت بھی ہے۔ اور دوائیت بھی۔ انجیر کے جن افعال و خواص پر زور دیا جاتا ہے طب جدید کی رو سے ان میں تھوڑی ہی باتیں ثابت ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ جتنی توجیہیں ہیں سب شاعرانہ ہیں ظاہر و باطن کا یکساں ہونا اور "وہ طلب بے دیں تو مزا اسمیں سوا ملتا ہے" کے اصول پر عملدر آمد رکھنا انسان کے لئے صفت ہو تو ہو نباتات کی اس سے کیا قدر بڑھ سکتی ہے۔ انار بھی سال میں کئی مرتبہ پھلتا ہے۔ ترنج میں پھل تو پہلے آتے ہیں۔ اور اس کے بعد پھولتا ہے "میوہ دہد پیش پس آرد بہار" مخزن اسرار میں نظامی نے اسی بنا پر ایک نہایت لطیف مضمون پیش کیا ہے لیکن کیا اس مضمون آرائی سے حقیقت بھی آراستہ ہو گئی؟ خواب و خیال کا مسئلہ کوئی علمی مسئلہ نہیں ہے۔ کہ اس پر کسی استدلال کی بنیاد نہیں ہے۔

حضرت مسیح سے پیشتر کے دنیاوی واقعات کی تحقیق تو علمی دنیا کر ہی نہ سکی بہشت کی اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کی تفصیل معلوم ہونے کا کیا ذریعہ ہے اور ایسے جزئیات کے لئے تاریخی ثبوت

---

[1] عجیب بات یہ ہے کہ امام رازی جیسے محقق بھی ان تمام دلائل کا تذکرہ جائز سمجھ رہے ہیں۔ (جلد ۸ صفحہ ۴۵۷ و ۴۵۸)

کہاں سے آنے؟ تلمود کو ایسے خلاف عقل دعوے شاید پھبتے ہوں لیکن قرآن ایک صریح غلط بیانی کا کیوں کر حامی ہو سکتا ہے، اور وہ بھی اس حالت میں جبکہ اہل عرب خود کہہ رہے ہوں کہ:-

فان المسك بعض دم الغزال (مشک بھی ہرن کے خون ہی کا ایک جزو ہے)۔

بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے پہلے ان آیتوں کو سن لینا چاہیے جن میں تین و زیتون کا تذکرہ ہے۔ سورۃ التین میں ہے:-

والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات فلھم اجر غیر ممنون فما یکذبک بعد بالدین۔ الیس اللہ باحکم الحاکمین؟	انجیر (میوے) اور زیتون (درخت) اور طور سینین (پہاڑ) اور اس شہر (مکہ) کی قسم جس میں طرح طرح کا امن ہے کہ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا۔ پھر ہم اس کو (بوڑھا کر کے) کمتر سے کمتر مخلوق کے درجے میں لوٹا لائے مگر جو لوگ ایمان لائے۔ اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے (ان کو تنزل پیری سے دل تنگ نہ ہونا چاہئے کیونکہ ان کے لئے تو (آخرت میں) اجر ہے بے انتہا (تو اے پیغمبر اب کون ہے جو ان سب باتوں کے معلوم کئے پیچھے (روز جزا کے بارے میں) تم کو جھوٹا سمجھے کیا خدا سب حاکموں سے بڑا حاکم (اور قدرت والا) نہیں ہے (تو منکرین قیامت اس سے کیوں نہیں ڈرتے)[1]۔

---

[1] اس ترجمہ نے جو مولوی نذیر احمد صاحب سے ماخوذ ہے آیت کے مفہوم میں اور بھی پیچیدگی بڑھا دی۔ اب تک تو تین و زیتون ہی کے شاخسانے تھے اب ایک اور شگوفہ نکل آیا ہے۔ ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات فلھم اجر غیر ممنون کا لفظی ترجمہ صرف اتنا ہے کہ پھر ہم اس کو یعنی انسان کو کمتر سے کمتر مخلوق کے درجے میں لوٹا لائے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے تو اجر بے حد ہے۔ مولوی صاحب یہ سمجھے کہ کمتر سے کمتر مخلوق کے درجے میں لوٹا لانے کا مطلب انسان کو بوڑھا بنانا ہے لیکن بعد کے استثنا نے دقت یہ پیدا کر دی کہ کمتر سے کمتر مخلوق کے درجے میں لوٹا لانے کی صفت اس شخص کی ہونا چاہئے جو ایماندار

ان آیات میں اتنی باتیں مذکور ہیں۔

الف ۔ چند خاص چیزیں جن کا تقدس عرب سے نکل کر اہل کتاب میں بھی ضرب المثل تھا خدا نے ان کی قسم کھائی ہے یعنی انھیں اپنی خدائی کا شاہد قرار دیا ہے (قرآن کے محاورہ میں قسم سے شہادت ہی مراد بھی ہوا کرتی ہے)؛

(ب) لوگوں کو جزا و سزا میں شک تھا اس لئے اچھی طرح توضیح کر دی کہ انسان خود اپنی حالت کیوں نہیں دیکھتا کتنی اچھی ساخت کی اس کی آفرینش ہوئی تھی اور پھر اپنی بد اعمالیوں سے کتنی بری حالت کو پہنچ جاتا ہے، لوگ ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں۔ سوسائٹی میں خاطر خواہ عزت نہیں ہوتی۔ غور کرے تو اپنی نگاہوں میں آپ چھوٹا نظر آتا ہے اس کے مقابلہ میں جن لوگوں کے عقائد و اعمال دونوں اچھے ہوں زمانہ بھی انہیں اچھا سمجھتا ہے، خود ان کا ضمیر ان کی عزت کرتا ہے۔ اور سچ پوچھو تو اسی عزت میں اجر غیر ممنون (جزائے جلد) مضمر ہے۔ ان کھلم کھلا مثالوں پر جو تقریباً ہر شخص کے لئے پیش آتی ہیں جزا و سزا کا انکار کیوں کر ممکن ہے۔ فرا اور سے حکام تو بدلہ لیتے دیتے رہتے ہیں۔ پھر کیا خدا جو سب سے بڑا حاکم ہے وہ اس پر قادر نہیں ہے؟

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵) و نیک کردار نہ ہو بوڑھا ہونا اگر اس آیت کا مطلب ہوتا تو بوڑھے تو مومن و کافر اچھے برے سب ہی ہوتے ہیں اس لیے اتنی تمہید آپ نے اور باندھی کہ نیک کردار مومنین کو "منزل پیری سے دل تنگ نہ ہونا چاہیے" حالانکہ یہ صریح زیادتی ہے ہم جانتے ہیں کہ یہ اضافہ مولوی صاحب کا خود ساختہ نہیں ہے لیکن وہ شخص جو اجتہاد کا مدعی ہو کسی کی کمزوریاں اس کی پردہ پوشی نہیں ہو سکتیں! امام رازی تک کو اس کمزوری کا اعتراف ہے اور وہ بھی اس تاویل کے ساتھ استثنا کو منقطع مانتے ہیں (رازی طبع مصر ۱۳۰۹ھ جلد ۸ صفحہ ۴۵۹) "اجر غیر ممنون" کا صحیح ترجمہ اجر غیر مقطوع ہے جس کو دوسرے مقام پر "عطاء غیر مجذوذ" فرمایا ہے "اجر بے انتہا" کے لئے آخرت کی شرط بھی ہم صحیح نہیں سمجھتے کفار تو آخرت کے قائل ہی نہ تھے (ابن جریر جلد ۳۰ صفحہ ۱۳۵) پھر اس ترغیب کو وہ کیوں ماننے لگے" فما یکذبک بعد بالدین" کا ترجمہ "تو اے پیغمبر اب کون ہے جو ان سب باتوں کے معلوم کئے پیچھے (روز) جزا کے بارے میں تم کو جھوٹا سمجھے" بھی درست نہیں قرآن کے محاورہ میں ما کا لفظ جہاں کہیں بھی آیا ہے اس کے معنی کیا۔ کے ہیں۔ کون کے نہیں ہیں ..... کون کا استعمال ذوی العقول کے لئے ہے اور اس کے لئے من کا لفظ آیا ہے، صحیح مفہوم یہ ہے کہ "تو اے انسان، اب کیا چیز ہے جو اتنے سارے شواہد کے بعد جزا و سزا کے باب میں تجھے جھٹلا سکتی ہے؟"